مشرقِ وسطیٰ

عراق کے خلاف اقوامِ متحدہ کی عائد کردہ پابندیوں پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ پوپ جان پال دوم

عراق کے نائب وزیر اعظم جناب طارق عزیز جو مذہباً مسیحی ہیں، خلیجی جنگ (۱۹۹۰ء) کے بعد اپنے ملک کے خلاف لگائی گئی پابندیوں کے اُٹھائے جانے کے لیے یورپی ممالک کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور بالعموم ان کا استدلال یہ ہوتا ہے کہ عراق نے وہ تمام مطالبات پورے کر دیے ہیں جو اقوامِ متحدہ نے جنگ بندی کی قرارداد میں کیے تھے۔ جون ۱۹۹۴ء کے آخر میں جناب طارق عزیز ویٹیکن گئے تو پوپ جان پال دوم کے مشیر امورِ خارجہ کارڈینل اینجلو سوڈا نو نے ان کا استقبال کیا۔ جناب سوڈا نو نے طارق عزیز کو بتایا کہ پوپ چاہتے ہیں کہ عراق کے خلاف اقوامِ متحدہ کی عائد کردہ پابندیوں پر نظر ثانی کی جائے۔

ویٹیکن کی طرف سے مختلف ملکوں کے خلاف معاشی پابندیوں کی مخالفت کی جاتی ہے کیوں کہ ان پابندیوں سے زیادہ تر معاشرے کے غریب ترین لوگ متاثر ہوتے ہیں اور ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اگست ۱۹۹۰ء میں جب عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا تھا تو ویٹیکن نے اس کی مذمّت کی تھی مگر ویٹیکن نے عراق کے خلاف قوّت کے استعمال پر تنقید کی تھی۔ اس کے خیال میں مسئلے کے حل کے لیے یورپی طاقتوں نے پورے طور پر سفارتی کوششیں کیے بغیر عراق کے خلاف جنگ شروع کی تھی۔

ایشیا

بنگلہ دیش: مسلم آبادی میں "سکونت پذیری" ـــ ایک مسیحی کارکن کی روداد

[بنگلہ دیش کا شمار دنیا کے غریب ترین ملکوں میں ہوتا ہے اور دنیا کے دوسرے "مفلوک الحال" ممالک کی طرح بنگلہ دیش مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں کا خصوصی ہدف ہے۔ بنگلہ دیش میں مسیحی مشنریوں کی موجودگی برصغیر کے کسی بھی دوسرے علاقے کی نسبت قدیم تر ہے۔ بنگلہ دیش میں آج جو

مسیحی آبادی نظر آتی ہے، اسے حلقۂ مسیحت میں لانے میں ان مشنریوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔
بنگلہ دیش کی حکومتیں ہوں یا ۱۹۷۰ء سے پہلے مشرقی پاکستان کے حکمران، کوئی بھی مشنریوں کی "خصوصی" سرگرمیوں سے خوش نہ تھا، مگر عالمی مشنری اداروں کے اثر و رسوخ بلکہ دباؤ کے سامنے مقامی حکمران خاموش رہے۔ تفصیل کے لیے آصف حسین کا مطالعہ Birth of Bangladesh: The Political Role of Missions [لیسٹر: دی اسلامک فاؤنڈیشن (۱۹۸۰ء)] کے ساتھ ماہنامہ Impact International (لندن) بابت جولائی ۱۹۹۴ء میں شائع شدہ رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے۔
بنگلہ دیش میں مسیحی کارکن کس طرح مقامی آبادی کے ساتھ گھل مل کر رہتے ہیں، اس کا اظہار جناب میک کاہل کی مندرجہ ذیل "دلچسپ" رپورٹ سے ہوتا ہے جو ماہنامہ "Salam" (دہلی) کے شکریے کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔مدیر]

جب میں دس ہفتے ایک سرائے میں گزار چکا تو نظام (ایک ریڑھی بان) اور اس کی ہمہ صفت موصوف بیوی گلنار نے اپنا مختصر سا باغیچہ مجھے پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس میں اپنے خوابوں کا جھونپڑا تعمیر کر لوں۔ میں نے ان کی ہمسائیگی میں منتقل ہونے کا یہ موقع ضائع نہ جانے دیا، اگرچہ ان کی ہمسائیگی میں غربت زیادہ ہے، خوب بھیڑ بھاڑ ہے اور بچوں کی بھرمار ہے۔ بنگالی بچے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔
تعمیراتی کام کے آغاز میں نظام نے ایک ۱۵ فٹ لمبے بانس پر "سات ہاتھ" (ساڑھے دس فٹ) ناپ کر اسے زمین پر لٹا دیا اور ڈھائی ڈھائی فٹ کے فاصلہ سے گڑھے کھودنے شروع کر دیے۔ ان گڑھوں سے میں اپنے ہاتھوں سے کھدی ہوئی مٹی نکالتا رہا اور خدا کا شکر ادا کرتا رہا کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ کام کر رہا ہوں جو گھر بنانا مجھ سے پچاس گنا زیادہ جانتے ہیں۔
نظام اور اس کے بھائی قدوس کے ساتھ ساتھ گلنار بھی پوری مہارت سے بانس کی کھپچیاں بناتی رہی۔ پھر انہوں نے اس سے ایک ہوادار دیوار بنالی۔ بانس کی ایک قسم جسے "شیر پور" کہتے ہیں، ان دیواروں کے بُننے کے لیے استعمال کی گئی۔ بانس کی ایک دوسری نسبتاً موٹی قسم (ریل) چھت بنانے کے لیے استعمال کی گئی۔ جب ہم مرد آرام کر رہے تھے تو گلنار نے زمین سے وہ آلو کھود نکالے جو جلد ہی میرے مکان کے فرش پر اُگ آتے۔
"دیکھو! ہم سب کیسے تمہارا گھر بنا رہے ہیں۔" گلنار نے مجھے گویا چھیڑنے کے لیے اتنے زور سے کہا کہ پورا محلہ سن لے۔
"یہ سب ہماری محبت کی وجہ سے ہے۔ ہم غریب لوگ ہیں۔" اس نے مزید کہا۔ "مگر یہاں تمہاری کوئی چیز بھی غائب نہیں ہوگی۔"

اس بات نے مجھے بہت متاثر کیا۔ بجا طور ایمان داری اور ہمسائے کی چیزوں کی حفاظت، نیز عالیشیان گھر بنانے پر اپنا وقت اور محنت صرف نہ کرنے جیسی اقدار پر فخر کر سکتے ہیں۔

موٹے موٹے بانسوں کا ڈھانچہ رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ ایک کیل بھی استعمال نہ ہوئی۔ دیواریں کھرمی کی گئیں اور بانس کے ۱۶ کھمبوں سے باندھ دی گئیں۔ چھت کو ڈھانچے پر رکھ دیا گیا۔ قریب ہی سے ہم نے مٹی خریدی اور اسے زمین پر پھیلا کر اپنا فرش چند انچ اونچا کر لیا تاکہ بارش کا پانی اندر داخل نہ ہو سکے۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو ایک تار چھت کے اوپر سے گزار کر جھونپڑے کے دونوں طرف زمین میں نصب کر دیا گیا۔ یہ تار جھونپڑے کو طوفان میں اڑ جانے سے ان شاء اللہ بچائے رکھیں گے۔ گلنار نے آخر میں مشرقی دیوار میں ہوا کے رُخ پر ایک سوراخ بنایا اور اس پر ٹین کا ایک ٹکڑا بطور شٹر لگا دیا۔ یہ کھڑکی تھی۔

تیسرے دن ہمارا پورا گھر مکمل ہو گیا۔ اب میں اسی مربع فٹ کے ایک گھر کا مطمئن مالک تھا جس پر کل خرچ ۱۸۸۰ ٹکا (تقریباً پچاس ڈالر) آیا تھا۔ نظام نے پورے گھرانے کی طرف سے استقبالیہ فقرہ کہا۔ "تم ہمارے ساتھ دو سو سال تک رہ سکتے ہو۔"

قدوس نے کہا کہ اگر میں ان کے درمیان رہتے ہوئے مر گیا تو وہ مجھے خود مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرے گا۔ جبکہ میرا اصرار یہ تھا کہ مجھے اسی گھر کے ایک گوشے میں دفنا دیا جائے جو انہوں نے میرے لیے بنایا ہے۔

نظام پُرجوش انداز میں بولا۔ "ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ لاش کہاں دفن ہے۔ روح تو اللہ کے پاس چلی جاتی ہے۔"

بنگالی رواج کے مطابق میں نے مٹھائی خریدی تاکہ نیا گھر بنانے کی خوشی میں اپنے ہمسایوں کو شریک کر سکوں۔

جب میں ایک ایک کلوگرام کے تین ڈبے لے کر گھر میں داخل ہوا تو گلنار نے سختی سے کہا۔ "انہیں چھپالو۔ انہیں چھپالو۔ بچوں کو مت دکھانا"

پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ان ڈبوں میں جو کچھ موجود ہے، وہ سب کا سب کھا جائیں گے اور پھر تمہیں کھانا شروع کر دیں گے۔"

میرا خیال تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے، لیکن نظام نے کہا کہ مٹھائی وہ تقسیم کرے گا، نہ کہ میں اور یہ سب کچھ اندھیرا چھا جانے پر ہو گا۔ جب اندھیرا چھا جائے گا تو بچے اپنے اپنے گھر جا چکے ہوں گے اور ہمارے گرد جمگھٹا نہیں لگائیں گے۔ میں نے احتجاج کیا کہ اتنی سی جگہ میں اتنے سارے بچے تو نہیں ہو سکتے۔" مگر نظام نے یہ کہہ کر مجھے سیدھا کر دیا۔ "ارے بھائی! یہاں سے سو گز کے اندر اندر دو سو سے کم بچے نہ ہوں گے۔"

شام پڑنے پر نظام میرے ساتھ گھر گھر گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھال تھا جس میں ۴۰ رس گلے رکھے ہوئے تھے۔ میں اس کے پیچھے پیچھے تھا اور جب وہ شیرہ آلودہ، لچک دار اور پنگ پانگ جیسے رس گلے پڑوسیوں کے دائیں ہاتھ میں غڑاپ سے گراتا تو مجھے ہنسی آ جاتی، تاہم مٹھائی قبول کر کے انہوں نے اپنے نئے ہمسائے کو بھی قبول کر لیا۔

ایک کہاوت ہے کہ بنگالی اپنے بچوں کے لیے جیتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ لاڈلے تو میرے سامنے کی تین جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ ایک جھونپڑی میں رتنا (عمر ۱۲ سال) رہتی تھی جس کے کولھے میں چوٹ آ جانے کی وجہ سے میں اس کے گھرانے سے واقف ہوا۔ وہ اپنے گھر کی سب سے بڑی بچی ہے اور حکم چلانا خوب جانتی ہے۔ یوسف (عمر ۹ سال) محلے بھر میں گھومتا رہتا ہے، اس کے بدن پر مٹی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ان کی ہنستی مسکراتی اور گاتی بجاتی بہن ریتا (عمر چھ سال) بھوک کا مداوا اپنی خوش طبعی سے کرنا سیکھ چکی ہے۔ ایک دوسری جھونپڑی میں کالی آفت ککولی (عمر ۹ سال) ہے جو ہمیشہ اس وقت کہیں اور ہی ہوتی ہے جب اس کی ماں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ سیولی (عمر ۷ سال) ہر حکم پر احتجاج کرتی ہے اور کہتی ہے کہ "میں ہی کیوں کروں؟" روبیل (عمر ۲ سال) سب سے چھوٹا اور واحد لڑکا ہے۔ اس وجہ سے گھر کے ہر فرد کی آنکھ کا تارا ہے۔ آخری جھونپڑی میں لبھلو (عمر ۱۰ سال) کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس کا ذہن اپنے ہم عمر لڑکوں سے زیادہ تیز ہے۔ اس کی بہن ریشماں (عمر ۸ سال) مجھ سے آہستہ آہستہ مانوس ہوئی، مگر اب جب کبھی میں ٹیوب ویل پر جاتا ہوں تو میرے پیچھے پیچھے آ جاتی ہے۔

ان کے درمیان ایک ماہ تک رہنے کے بعد مجھ پر کھلا کہ یہ لوگ "شندر" یعنی خانہ بدوش ہیں۔ شاید ان کے ساتھ رہتے رہتے میں بھی ان جیسا ہو گیا ہوں۔

گاندھی جی بنگالی مسلمانوں کے احساسات سے واقف تھے۔ انہوں نے مسیحی مشنریوں پر زور دیا تھا کہ وہ بنگالی مسلمانوں میں "انتہائی سادگی" کی زندگی اختیار کر کے داخل ہوں۔ سادگی کا راستہ اختیار کرنے کی راہ میں میرے بلند مرتبت ساتھی دن بھر مزدوری کرنے والے، ریڑھی کھینچنے والے، ان کی گھر بنانے والی بیویاں اور نہ دبنے والے بچے ہیں۔ ان کے قریب ہو کر میں ان کے ذہن سے سوچتا ہوں۔ --- [ترجمہ: ادارہ]

پاکستان: مسیحی۔ مسلم تعلقات خراب کرنے والے لوگ مفاد پرست ہیں ـــ فادر جیمز چنن

"مسیحی۔ مسلم رابطہ کمیشن" کے زیر اہتمام راولپنڈی میں منعقدہ ایک سیمینار میں فادر جیمز چنن